قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابوسعید

Online Edition

ہفتہ 7 مارچ 2020ء | 11 رجب 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 58

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

(الجمعة:11)

ترجمہ: پس جب نماز ادا کی جاچکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فرمانِ رسول ﷺ

اللہ سے مدد مانگو

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تُو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ، اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ تُو اسے اپنے پاس پائے گا۔ جب کوئی چیز مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ اگر مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔

(ترمذی کتاب صفة القیٰمة)

فرمان خلیفہ وقت

مسلمانوں کی حالت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’کمزوری اور خوف اور بزدلی کی وجہ سے غیر مسلموں سے تعلقات نہیں رکھنے۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارا اللہ تعالیٰ پر توکل ہونا چاہئے اور اپنی ایمانی حالت کو بہتر کرو گے تو خداتعالیٰ بھی تمہارے ساتھ ہو گا لیکن ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں مدد کے لئے انہی غیر لوگوں کی گودوں میں گر رہی ہیں اور ان سے خوف زدہ بھی ہیں اور غیروں سے مدد لینے کی وجہ سے پھر نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہر ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان کے خلاف ہے۔ یہی لوگ پھر اسلام کی جڑیں کاٹنے والے بھی ہیں۔ بہرحال ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمان حکومتوں کو بھی عقل دے۔... جب جنگ بدر ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو باوجود ان کی قلت اور بے سروسامانی کے قریش کے ایک بڑے جرّار لشکر پر نمایاں فتح دی اور مکے کے بڑے بڑے عمائد خاک میں مل گئے تو مدینے کے یہودیوں کی مخفی آتش حسد جو تھی وہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کھلم کھلا نوک جھونک شروع کردی۔ مجلسوں میں برملا طورپر یہ کہنا شروع کر دیا کہ قریش کے لشکر کوشکست دینا کون سی بڑی بات تھی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 6 ستمبر 2019ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

بنی نوع سے ہمدردی

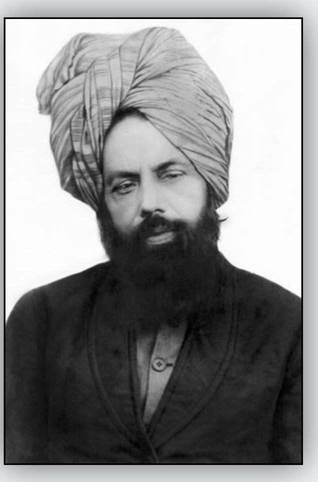

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے بڑا حق یہی ہے کہ اُس کی عبادت کی جاوے اور یہ عبادت کسی غرض ذاتی پر مبنی نہ ہو۔ بلکہ اگر دوزخ اور بہشت نہ بھی ہوں۔ تب بھی اس کی عبادت کی جاوے اور اس ذاتی محبت میں جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہونی چاہئے کوئی فرق نہ آوے۔ اس لئے ان حقوق میں دوزخ اور بہشت کا سوال نہیں ہونا چاہیے۔

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دُشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پُورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:61) میں اللہ تعالیٰ نے کوئی قید نہیں لگائی کہ دشمن کے لئے دُعا کرو تو قبول نہیں کروں گا۔ بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لئے دُعا کرنا یہ بھی سُنّتِ نبوی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دُعا کیا کرتے تھے۔ اس لئے بُخل کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں کرنی چاہئے اور حقیقۃً موذی نہیں ہونا چاہیے۔ شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دوتین مرتبہ دُعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں۔ اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں اور سِکھاتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اس سے کہ کسی کو حقیقی طورپر ایذا پہنچائی جاوے اور ناحق بخل کی راہ سے دشمنی کی جاوے، ایسا ہی بیزار ہے۔ جیسے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے ساتھ ملایاجاوے۔ ایک جگہ وہ فصل نہیں چاہتا اور ایک جگہ وصل نہیں چاہتا۔ یعنی بنی نوع انسان کا باہمی فصل اور اپنا کسی غیر کے ساتھ وصل۔ اور یہ وہی راہ ہے کہ منکروں کے واسطے بھی دُعا کی جاوے۔ اس سے سینہ صاف اور انشراح پیدا ہوتا ہے اور ہمّت بلند ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک ہماری جماعت یہ رنگ اختیار نہیں کرتی اُس میں اور اس کے غیر میں پھر کوئی امتیاز نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص ایک کے ساتھ دین کی راہ سے دوستی کرتا ہے اور اس کے عزیزوں سے کوئی ادنیٰ درجہ کا ہے تو اس کے ساتھ نہایت رِفق اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے اور اُن سے محبت کرنی چاہیے۔ کیونکہ خدا کی یہ شان ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 96-97)

اس شمارہ میں

- مغفرت الٰہی کے نظارے (قسط اول)
- پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق وضاحت
- کشمیر کی پہلی جنگ آزادی کا ایک اہم ورق
- بیادِ اہلِ وفا (نظم)
- سیرالیون کے پورٹ لوکو ریجن میں مسجد کا افتتاح

دربارِ خلافت

اصحاب الصُفّٰہ کے اوصاف

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’صفہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے مختلف تواریخ سے تفصیل لے کر لکھا ہے۔لکھتے ہیں کہ مسجد کے ایک گوشے میں ایک چھت دارچبوترہ بنایاگیاتھاجسے صُفّہ کہتے تھے۔ یہ ان غریب مہاجرین کے لئے تھا جو بے گھر بار تھے۔ ان کا کوئی گھر نہیں تھا۔یہ لوگ یہیں رہتے تھے اور ’اصحاب الصُفّہ‘ کہلاتے تھے۔ ان کا کام گویا دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنا، عبادت کرنا اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا تھا۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی خبرگیری فرماتے تھے اورجب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ھدیہ وغیرہ آتا تھا یا گھر میں کچھ ہوتا تھا توان کا حصہ ضرور نکالتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات آپؐ خود فاقہ کرتے تھے اورجو کچھ گھر میں ہوتا تھاوہ اصحاب الصفہ کو بھجوادیتے تھے۔ انصار بھی ان کی مہمانی میں حتی المقدور مصروف رہتے تھے اوران کے لئے کھجوروں کے خوشے لالا کر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی حالت تنگ رہتی تھی اور بسا اوقات فاقے تک نوبت پہنچ جاتی تھی اوریہ حالت کئی سال تک جاری رہی حتیٰ کہ کچھ تومدینے کی آبادی کی وسعت کے نتیجے میں ان لوگوں کے لئے کام نکل آیا اور کچھ نہ کچھ مزدوری مل جاتی تھی اورکچھ قومی بیت المال سے ان کی امداد کی صورت پیدا ہوگئی۔

بہرحال ان لوگوں کے بارے میں دوسری جگہ مزید تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ یہ لوگ دن کو بارگاہِ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے۔ رات کو ایک چبوترے پر پڑے رہتے۔ عربی زبان میں چبوترے کو صُفہ کہتے ہیں اور اسی بنا پر ان بزرگوں کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہہ بند دونوں چیزیں کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔ چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانوں تک لٹک آتی تھی، کپڑے پورے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی بزرگوں میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ صفہ میں سے ستر اشخاص کو دیکھا کہ ان کے کپڑے ان کی رانوں تک بھی نہیں پہنچتے تھے، جسم پہ کپڑا لپیٹتے تھے تو وہ گھٹنوں سے اوپر مشکل سے پہنچتا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ معاش کا طریقہ یہ تھا کہ ان میں ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیا کرتی۔ اکثر انصار کھجور کی شاخیں توڑ کر لاتے اور مسجد کی چھت میں لٹکا دیتے۔ باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ بے وقوف لوگ ہیں۔ بلاوجہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دیوانے ہیں کہ آپؐ کا دَر چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے صدقہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو بلا لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مہاجرین و انصار پر تقسیم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو اپنے ساتھ لے جائے اور رات کو ان کو کھانا کھلائے۔ بعض دفعہ ایسے موقعے بھی ہوتے تھے کہ کسی کو بعض مہاجرین کے سپرد کر دیا۔ کسی کو انصار کے سپرد کر دیا کہ رات کا کھانا ان کو دینا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ ایک صحابی تھے جو نہایت فیاض اور دولت مند تھے وہ کبھی کبھی اسّی اسّی مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔80 مہمانوں تک ساتھ لے جاتے۔ رات کو ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ ان کی کشائش تھی۔

مختلف روایتوں کے مطابق یا بعض روایتوں کے مطابق اہل صفہ کی تعداد مختلف وقتوں میں مختلف رہی تھی۔ کم سے کم بارہ افراد اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہاں تک کہ تین سو افراد ایک وقت مقام صفہ میں مقیم رہے تھے بلکہ ایک روایت میں ان کی کل تعداد چھ سو صحابہ کرام بتائی گئی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 30۔اگست 2019ء)

سیرالیون کی پارلیمنٹ میں نماز جمعہ

مورخہ 7فروری 2020ء کو سیرالیون پارلیمنٹ کی طرف سے دعوت پر مکرم مولانا سعیدالرحمٰن نے سیرالیون پارلیمنٹ میں خطبہ جمعہ دیا اور نماز جمعہ کی امامت کرائی۔ آپ کے ساتھ مکرم جمال الدین محمود جنرل سیکرٹری احمدیہ مسلم جماعت سیرالیون بھی تشریف لے گئے تھے۔

امیرصاحب نے خطبہ جمعہ میں درود شریف کی اہمیت و برکات بیان کیں اور بتایا کہ آنحضور ﷺ پر درود بھیجنے کا صحیح طریق یہ ہے کہ آپؐ کی سنت پر عمل کیا جائے۔ ورنہ آپؐ پر درود بھیجنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد جناب سپیکر پارلیمنٹ نے امیرصاحب کو اپنے آفس میں مدعو کیا اور جماعت کی کاوشوں کو سراہا۔نماز جمعہ میں متعدد پارلیمنٹیرین سمیت حاضری 200افراد سے زائد رہی۔ الحمد للہ ، اس موقع پر جماعت کا پیغام پہنچانے اور تبلیغ کرنے کا بہترین موقع ملا۔

خدا کے نام کرتے ہیں

چلو کچھ کام کرتے ہیں
محبت عام کرتے ہیں
یہ دل خوشبو کی مانند ہے
ہوا کے نام کرتے ہیں
خزاں کے موسموں کو اب
گُل و گُلفام کرتے ہیں
ستارہ اب زمیں کا ہم
یہ ماہِ تام کرتے ہیں
بُھلا کر محفلیں اُجڑی
حسیں ہر شام کرتے ہیں
چلو میخانے جا کے ہم
لبالب جام کرتے ہیں
قیامت دے رہی دستک
سُبک اب گام کرتے ہیں
یہ دِل دنیا کا اب اپنا
خُدا کے نام کرتے ہیں
جو سنّت سے ہے سیکھی وہ
ریاضت عام کرتے ہیں
حقیقت کھول کر جاری
چلو پیغام کرتے ہیں
ہمارے عہد کے حاکم
فسادی کام کرتے ہیں
محبت کا سَرِ بازار
قتلِ عام کرتے ہیں

عبدالجلیل عبادؔ ۔ جرمنی

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ

تبرکات

مغفرت الٰہی کے نظارے

قسط اول

ایک مرتبہ مغفرت الٰہی کے مضمون پر غور کر رہا تھا اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سوچ کر لطف اٹھا رہا تھا کہ میرے ذہن پر ایک ربودگی طاری ہو گئی اور بعض ایسے نظارے نظر کے سامنے سے گزرے جن کے ساتھ میرے اس مضمون کا تعلق ہے ۔اب خواہ ان معاملات کو دماغی تصور سمجھ لیں ، خواہ خیالات کی رو ،خواہ نیم مکاشفہ کی حالت اس کا کوئی اثر اصل بات پر نہیں پڑتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک علمی بات معنوی حالت سےایک صوری شکل پکڑ گئی ورنہ مطلب اور حقیقت دراصل ایک ہی ہے ۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں ایک عظیم الشان دروازہ، جیسا کہ شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبوں میں نصب کیا ہے ، مجھ سے کچھ فاصلہ پر لگا ہوا ہے ، نزدیک گیا تو اس کے اوپر نہایت خوبصورت حروف میں لکھا ہوا تھا :كُلَّ يَوْمٍ هُوَفِي شَأْنٍ (الرحمٰن:30)

ترجمہ :وہ ہر وقت ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔

اور اس بڑے دروازے کے دونوں طرف بھی عجیب و غریب قطعات لگے ہوئے تھے ۔ کسی پر لکھا تھا : نَبِّیْٔ عِبَادِی اَنِّی اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (الحجر: 50)

ترجمہ : (اے پیغمبر !) میرے بندوں کو آگاہ کر دے کہ میں بہت ہی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہوں۔

اور کسی پر۔

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (النجم : 33)

ترجمہ : تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے ۔

اور کہیں یہ لکھا تھا ۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَآءُ(آل عمران :130)

ترجمہ : وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے ۔

کسی جگہ یہ تحریر تھا ۔

إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيمُ(الزمر : 54)

ترجمہ : اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے ۔ وہ بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کسی جگہ۔

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّن ذُنُوبِكُمْ (ابراہیم:11)

ترجمہ : وہ تمہیں اس لئے بلا رہا ہے تا کہ وہ تمہارے گناہوں میں سے بعض بخش دے ۔

اور کہیں ۔

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللّٰهُ (آل عمران:136)

ترجمہ : اور اللہ کے سوا کون قصور معاف کر سکتا ہے ۔

غرض دونوں طرف مغفرت کے متعلق بیسیوں خوبصورت قطعات لکھے ہوئے تھے ۔

میدانِ حشر

میں نے بعض لوگوں کو اس دروازہ پر بطور پہرہ داروں کے معلق دیکھا اور خیال کیا کہ شاید یہ فرشتے ہیں اور ان سے پوچھا کہ کیا میں اندر جا سکتا ہوں ؟

انہوں نے کہا : '' ہاں ، آج اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے پُر زور مظاہرے ہو رہے ہیں ۔بے شک جاؤ اور دیکھ لو۔مگر تمہارے ساتھ ایک سرکاری چوکیدار کا ہونا ضروری ہے۔''

یہ کہہ کر ان کے افسر نے اس جماعت میں سے ایک کو میرے ساتھ کر دیا اور کہا کہ ان کا نام غفران ہے ، یہ تمہارے ہمراہ رہ کر تمہیں میدان حشر کی سیر کرائیں گے ، اس دوران میں تم استغفار پڑھتے رہنا ، کسی بات کو دیکھ کر اعتراض نہ کرنا ۔

یہ سن کر جونہی میں نے اس صحرائے محشر کی طرف قدم بڑھائے تو فرشتہ غفران نے میرا بازو پکڑ لیا ۔ پکڑتے ہی میں اور وہ دونوں گویا اُڑنے لگے ، اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جہاں اور جدھر ہم جانا چاہتے ہیں پل جھپکنے میں جا پہنچتے ہیں ۔ چلتے چلتے دیکھتا ہوں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے انسان ہی انسان ہیں ، مگر سب کے سب برہنہ۔ سوائے بعض خاص خاص کے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ایک ٹولی یہاں ہے تو دوسری وہاں ۔ ہر جگہ جمگھٹے لگے ہیں اور ہر جمگھٹے اور مجمع کے درمیان ایک ترازو یعنی میزان نصب ہے۔اسی طرح جہاں تک نظر کام کرتی تھی یا تو انسان نظر آتے تھے یا میزانیں تھیں یا فرشتے ۔ مگر کیا مجال جو ذرا بھر بھی غل یا شور ہو ۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا مردے کھڑے ہیں اور سوائے اس کے جسے بولنے کی اجازت ہو کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہ نکلتا تھا ۔ یاں یا غفور یا ستار یا غفار کے الفاظ ہر طرف نہایت دھیمی آواز میں سنائی دیتے تھےاور کبھی کبھی جب کسی کی آواز نا واجب طور پر بلند ہو جاتی تو معاً ایک طرف سے بگل بجتا سنائی دے جاتا ۔

وَخَشَعَتِ الاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلاَ تَسْمَعُ إِلاَّ هَمْساً (طٰہٰ :109)

ترجمہ : اور رحمٰن (خدا کی آواز) کے مقابلہ میں (انسانوں کی) آوازیں دب جائیں گی پس تو سوائے کُھسر پُھسر کے کچھ نہ سنے گا۔ جس پر ایک ایسا سکوت طاری ہو جاتا جیسا آدھی رات کے وقت قبرستانوں میں ہوا کرتا ہے۔

عرشِ عظیم

غرض ایسے نظارے دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھے اور جہاں پہنچےیہی حال دیکھا ، حتیٰ کہ میں تھک گیا ، اتنے میں غفران نے کہا کہ وہ سامنے عرشِ عظیم ہے ۔میں نے نظر اٹھائی تو سوائے ایک روشنی اور نور کے کچھ نظر نہ آیا ۔ مگر خود بخود اس قدر دہشت اور رعب اُس طرف نظر کر کے مجھ پر طاری ہوا کہ میری گھگھی بندھ گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس لاانتہا میدان میں یہ مقام ہر جگہ سے یکساں قریب نظر آتا ہے ، اور وہاں کے احکام ہر شخص کو ایسے ہی صاف سنائی دیتے ہیں گویا وہ ہمارے سامنے اور بالکل پاس ہی ہے ۔بے انتہا فرشتے اس جگہ کے گرد چکر لگا رہےتھے۔ کوئی گروہ یہ کہہ رہا تھا :

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور کوئی یہ کہ

رَبَّنَا اغْفِرْ مَنْ فِي الْاَرْضِ

اور کوئی

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ (المومنون : 119)

ترجمہ: اے میرے رب! معاف کر اور رحم کر کا ورد کر رہا تھا ۔

کوئی یَا غَفُوْرُ الرَّحِیْم کا

اور کوئی یَا عَفُوٌّ یَا غَفُوْرٌ یَا سَتَّارٌ یَا غَفَّارٌ کا۔

غرض وہ لوگ طرح طرح کے جملےپڑھتے جاتے تھے اور ایک طرف سے آتے اور دوسری طرف غائب ہو جاتے تھے۔

خوشی اور طرب کا سماں

ساتھ ہی بسبب یوم مغفرت ہونے کے ایک خوشی اور طرب کا سماں اس نظارہ پر چھایا ہوا تھا ۔ ہر گنہگار کے چہرہ پر آس اور امید کا تبسم موجود تھا ۔ لوگوں کے اعمال تُل رہے تھے اور ان کی کمی اور خامیاں فضل اور مغفرت کے انعامات سے پوری ہو رہی تھیں، کیونکہ آج صفت عفو و مغفرت کے مظاہرہ کا دن تھا اور حساب کتاب میں بے حد نرمی تھی ۔گو دوسری طرف کراماً کاتبین بھی اپنا کام کئے جاتے تھے ۔ مالک و رضوان بھی گاہے گاہے آپس میں جھگڑ لیتے تھے اور سائقین و شہداء کی کشمکش بھی جاری تھی ، مگر آج آخری فیصلہ ان تمام جھگڑوں کا بارگاہ حضرت غفور و رحیم سے ہی صادر ہونا تھا ۔

میں اسی سیر میں مشغول تھا کہ غفران نے مجھے کہا '' چل تجھے بعض لوگ دکھلاؤں جنہیں تو جانتا ہے اور ساتھ ہی بعض دلچسپ حالات مغفرت الٰہی کے بھی ملاحظہ کراؤں جن سےعام لوگ ناواقف ہیں۔ باقی یہ حشر اور حساب کتا ب تو اسی طرح ہوتا رہے گا اور جس طرح آج بموجب

كُلَّ يَوْمٍ هُوَفِي شَأْن (الرحمٰن : 30)

ترجمہ :وہ ہر وقت ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔

صفت مغفرت کے تقاضا کا دن ہے اسی طرح کوئی دن جلال الٰہی اور انتقام کا آجاتا ہے تو کسی دن قہر و جبروت کا ۔مگر یہ سب ایام ان لوگوں کے اعمال اور حالات کے مطابق آتے ہیں جن کا حساب و کتاب ان اسمائے الٰہی کے مطابق ہونا ہوتا ہے اس عالم میں رحم کی تو کوئی حد نہیں ہاں عدل و انصاف بھی کبھی کبھی ہوتا ہے مگر ظلم کبھی نہیں ....

آ چل تجھے بعض تفصیلی باتیں مغفرت الٰہی کے متعلق دکھاؤں تاکہ تیرا ایمان اور محبت اپنے مالک اور آقا سے زیادہ ہو اور تاکہ تو جو ہمیشہ اپنے اعمال کی وجہ سے یاس اور نا امیدی میں گرفتار رہتا ہے کچھ اس عالیشان مغفرت سے بھی آگاہی پائے جو ہر گنہگار کا سہارا اور ہر عاصی کی پشت پناہ ہے اور جس کے بل پر عالمین کی پردہ پوشی اور بخشش ہو رہی ہے ۔

انبیاء کا گروہ

یہ سن کر میں اور وہ آگے چلے اور مجمع کے پاس جا کھڑے ہوئے ۔ یہ لوگ سب اعلیٰ کپڑے پہنے ہوئے استغفار میں مصروف تھے ۔ غفران نے کہا '' یہ انبیاء کا گروہ ہے جو دنیا سے ہی معصوم اور مغفور ہو کر یہاں آیا ہے۔''

مغفرت کے نظارے

(1)ذرا اور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گناہوں کا پلڑا بہت بھاری ہے اور اس کے نیک اعمال بہت کم ہیں۔ دوزخ کے فرشتے اُسے اپنی طرف کھینچنے لگے تو بارگاہ الٰہی سےآواز آئی۔

'' فلاں نیک شخص کو مع اپنے اعمال نامہ کے حاضر کرو۔''

یہ کہنا تھا کہ وہ شخص وہاں موجو د کر دیا گیا۔ فرمایا: ''یہ اس گنہگار کا بیٹا ہے، اس کا اعمال نامہ بھی دیکھو'' جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگا کرتا تھا۔ حکم ہوا کہ بیٹے کی ان دُعاؤں کو بھی باپ کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈال دو۔ اُن کا ڈالنا تھا کہ پلڑا جھک گیا اور بہشت کے فرشتے اسے اپنے مونڈھوں پر بٹھا کر لے گئے۔

(2)جب ہم آگے بڑھے تو اسی طرح کا ایک اور گنہگار اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ حکم ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر کتنے مومنین نے دعائے مغفرت کی ہے؟

جب اس کا حساب لگایا گیا اور وہ دُعائیں جو محض ناواقف راہ گزروں نے اس کی قبر پر کی تھیں ، وزن کی گئیں تو وہ بھی کُود تا پھاند تا مغفرت کے ملائکہ کی گود میں بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہوا۔

(3)آگے چلے تو ایک اور گنہگار کمی اعمال صالحہ کی وجہ سے متأسف کھڑا تھا۔ حکم ہوا کہ جس جس شخص نے کسی قسم کی حق تلفی اس کی کی ہے یا اس کی غیبت وغیرہ کی ہے ان لوگوں کی نیکیاں ان کی حق تلفیوں اور غیبتوں کے عوض اسے دے دو۔

میں نے دیکھا کہ اوروں کی ہزاروں نیکیاں اس طرح اس

شخص کے حصہ میں آگئیں اور وہ بخشا گیا۔

(4) ذرا اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک شخص وہاں بھی اپنے مالک کے پنجے میں گرفتار ہے۔ آواز آئی یہ تو فلاں کتاب کا مصنّف ہے جس کی وجہ سے کئی نسلوں نے نیکی اور اسلام سیکھا ہے۔ پس اس کتاب کے پڑھنے کی وجہ سے ہر نیکی کرنے والا نہ صرف نیکی کا ایک اجر خود پائے گا بلکہ اتناہی اجر مصنّف کو بھی ملے گا۔

چنانچہ حساب کتاب کیا گیا تو ایک لاانتہاء خزانہ باقیات الصالحات کا اس مصنف کے قبضہ میں آ گیا۔ مالک نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور رضوان کا اسسٹنٹ اسے لے کر اپنے ہاں چلا گیا۔

(5) اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی رو رہی ہے، اس کا اعمال نامہ بدکاری سے بھرا پڑا ہے، ایک یاس اور نا امید کی اس پر طاری ہے کہ آواز آئی کہ

"اس فاسقہ و فاجرہ عورت نے کوئی پسندیدہ عمل بھی کیا ہے؟"

کرا ماً کاتبین میں سے ایک بولا کہ حضور! ایک دن جنگل میں سفر کر رہی تھی اور ایک کتا پیاس کے مارے زبان لٹکائے کنویں کے کنارے ہانپ رہا تھا۔ یہ اس کنویں میں اُتری، آپ پانی پیا، پھر اپنی جوتی میں پانی بھر کر سامنے لائی اور کتے کو پلایا۔

ارشاد ہو اہم نکتہ نواز ہیں، ہمیں اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا تھا کہ ہم نے اسی وقت اسے بخش دینے کا عہد کر لیا تھا، اب ہماری مغفرت کی چادر اس پر ڈال دو اور جہاں جانا چاہتی ہے اسے لے جاؤ۔

(6) پھر آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شور سابر پا ہے۔ ایک عا جز گنہگار ہے اور پاس ہی ایک مرصع نیکو کار۔ اس گنہگار کی بد اعمالیاں دیکھ کر وہ نیکو کار کہنے لگا کہ خدا کی قسم! تجھے خدا کبھی نہیں بخشے گا اس بات پر حاضرین میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں اور بعض لوگ کہنے لگے یہ مولانا سچ فرماتے ہیں یہ شخص ایساہی ہے۔

بار گاہِ الٰہی کی طرف سے اشارہ ہوا کہ اے شخص تو کون ہے میری مغفرت پر قسم کھانے والا؟ جاؤ ہم نے اسے تو بخش دیا اور تیری بابت فیصلہ بعد میں صادر ہو گا اور وہ شخص ہنستا کُودتا بہشت کے دروازے کی طرف بھاگا۔

(7) اسی طرح پھر ایک گروہ میں بعض آدمیوں کا حساب کتاب ہورہا تھا۔ یہ لوگ مومن تو تھے مگر ان کے اعمال نامے نیکیوں سے خالی تھے، کیونکہ گو وہ اپنے وقت کے نبی پر ایمان لائے تھے مگر عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی فوت ہو گئے، بعض کے اعمال صالحہ تو محض صفر ہی تھے۔ ایسے لوگوں کا فیصلہ بارگاہِ الٰہی سے اس آیت کے ماتحت کیا گیا۔

إِنَّا نَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَن كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ
(الشعراء:52)

ترجمہ: ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے گناہ اس وجہ سے معاف کر دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے بن گئے۔

یعنی یہ چونکہ شروع میں ہی نبی کو مان گئے تھے اس لئے ان کا اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہو ناہی ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے، خواہ مسلمان ہو کر ایک عمل بھی نیک نہ کیا ہو۔

(8) یہاں سے ہم اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ وہاں حضرت یعقوبؑ کی اولاد اپنی میزان پر سے نجات پا کر آرہی تھی اور ان کی نجات کا باعث دعائے بزرگان تھی یعنی ان کے باپ کی وہ دعائیں جو اِن کی درخواست

يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ (یوسف:98)

ترجمہ: اے ہمارے باپ! آپ ہمارے حق میں (خدا سے) ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ ہم یقیناً خطا کار ہیں۔

کے جواب میں بوعدہ

أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (یوسف:99)

ترجمہ: میں (ضرور) تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا۔ یقیناً وہی ہے جو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ کی گئی تھی۔

(9) ایک جگہ دیکھا کہ چند شخص اپنے گناہوں کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور نجات کی شکل صورت نظر نہیں آتی ہے۔ حکم ہوا کہ اچھا بتاؤ کہ اس دائیں طرف والے کا جنازہ کس کس نے پڑھا تھا؟ معلوم ہوا کہ چالیس موحد مسلمان اس کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ ارشاد ہوا کہ مالک! اسے چھوڑ دے، ہم نے ان چالیس مومنوں کی شفاعت جو انہوں نے نماز جنازہ میں اس کے لئے کی تھی قبول کرلی۔ پھر بائیں طرف والے کی باری آئی تو معلوم ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد اس شہر کے اکثر اہل اللہ نے اسے نیکی سے یاد کیا تھا اور تعریف کی تھی کہ اچھا مسلمان آدمی تھا۔ فرمایا ان کی تعریف کی وجہ سے اسے بھی چھوڑ دو۔

پھر تیسرے کے بارے میں سوال پیدا ہوا کہ اس کا کیا حال ہے؟ فرشتوں نے عرض کیا کہ صرف دو مومن تھے جو اسے مرنے کے بعد نیک اور اچھا کہتے تھے۔ ارشاد ہوا چلو اسے بھی جانے دو۔ چوتھے گنہگار کی بخشش اس لئے ہو گئی کہ اس کے جنازہ میں تین صفیں مسلمانوں کی تھیں۔

پھر اور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک گنہگار مسلمان اس لئے رہائی پا گیا کہ اس کے تین بچے اس کی زندگی میں ہی فوت ہوگئے تھے۔ اور ایک مومن عورت صرف ایک بچہ کی موت کا صدمہ اٹھانے کی وجہ سے بخش دی گئی۔

ایک میاں بیوی نظر آئے، ان کا حساب کتاب ہو رہا تھا، اتنے میں ایک دو برس کا بچہ دوڑتا ہوا کہیں سے آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا باپ ہے اور یہ میری ماں۔ میں جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک ان دونوں کو ساتھ نہ لے جاؤں۔ حاضرین کی آنکھوں میں یہ نظارہ دیکھ کر آنسو آگئے۔

اتنے میں ایک اور والدین کا مقدمہ پیش ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا بچہ، جس کے آنول نال بھی اس کے ناف کے ساتھ ہی تھے، چیخنے چلانے لگا اور کہنے لگا اے رب! میں اسقاط شدہ بچہ ہوں اور تیرے فضل سے مجھے جنت میں رہنے کی اجازت ملی ہے۔ مگر میں ہر گز وہاں اپنے ماں باپ کو دوزخ میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

حکم ہوا کہ تیری خاطر ہم نے ان کی مغفرت کر دی، لے جا ان کو بھی جنت میں۔ وہ بچہ بھی اپنی آنول نال کے ساتھ اپنے والدین کو کھینچتا ہوا جنت کی طرف لے گیا اور سب دیکھنے والے چشم پُر آب تھے۔

(10) پھر ہم آگے چلے۔ ایک شخص کے اعمال نامہ میں کچھ کسر تھی۔ وہ اس طرح پوری کی گئی کہ چونکہ وہ اپنے بزرگ والدین کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کر تا تھا اس لئے اُسے چھوڑ دیا گیا۔

دائیں طرف ایک ایسا جم غفیر نظر آیا، جس کے لوگ اپنے اعمال کے وزن کی رُو سے بہت ناقص ثابت ہوئے تھے، مگر ان سب کی بخشش اس لئے ہوئی کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات صبح تک کھڑے یہ دُعا فرماتے رہے تھے۔

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(المائدۃ:119) ترجمہ: اگر تُو انہیں عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو انہیں بخشنا چاہے تو تُو بہت غالب (اور) بڑی حکمتوں والا (خدا) ہے۔ پس اس دُعا کی مقبولیت کے نتیجہ میں امت محمدیہ کے یہ سب لوگ نجات پاگئے۔

(11) وہاں سے چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک قاتل کھڑا تھا۔ اس کی بابت یہ سنا کہ اس شخص نے ننانوے خون کئے تھے اس کے بعد اس کے دل میں توبہ کی خواہش پیدا ہوئی اور وہ ایک راہب کے پاس گیا اور کہا" میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟" راہب نے جواب دیا" ہر گز نہیں" اور اس نے غصہ میں آکر راہب کو بھی مار ڈالا۔ پھر وہ آگے چلا لوگوں نے اسے ایک بزرگ کا پتہ دیا کہ شاید وہاں تیری توبہ کی کوئی صورت نکلے۔ یہ قاتل اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک جگہ وہ قضائے الٰہی سے مرگیا۔ اس پر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا۔ عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ایک ظالم ڈاکو اور قاتل ہے اور دوسرے کہتے تھے کہ ہاں یہ ٹھیک ہے، مگر یہ تو توبہ کرنے والا تھا۔ غرض ایک ہنگامہ اس امر پر برپا تھا۔

میں نے سنا کہ بارگاہِ الوہیت سے فرمان صادر ہوا کہ بتاؤ کہ اس کی نعش میں اور اس کے وطن میں کتنا فاصلہ تھا؟ اسی طرح اس کے مرنے کی جگہ میں اور اس بزرگ کے شہر میں کتنا فاصلہ تھا؟ حضرت میکائیل کے محکمہ سے رپورٹ ہوئی کہ اس کی نعش اس بزرگ کی بستی سے بقدر ایک بالشت نزد یک تھی۔

ارشاد ہوا۔ ہم نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور اسے بخش دیا، اس پر ہماری مغفرت کی چادر ڈال دو۔"

(12) پھر اور آگے چلے۔ ایک جگہ ایک بہت بڑے گنہگار کا مقدمہ پیش ہو رہا تھا۔ کراماً کاتبین نے عرض کیا۔ یا اللہ العالمین! یہ شخص دن کو توگناہ کرتا تھا اور رات کو روتا تھا کہ اے میرے رب! میں نے قصور کیا ہے، مجھے معاف فرما۔ اس پر حضور کے ہاں سے اس کا قصور معاف فرمایا جاتا اور ارشاد ہوتا میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور ان کے سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ سو اے فرشتو! گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔

اس کے کچھ دن بعد وہ پھر گناہ کر تا تھا اور رات کو پھر اسی طرح دُعا کرتا تھا کہ خدایا میرے گناہ بخش دے اس وقت دوبارہ احدیت سے یہ حکم صادر ہو تا تھا کہ میرایہ بندہ یقین رکھتا ہے کہ میں اس کے گناہ پر گرفت بھی کر سکتا ہوں اور اسے معاف کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہوں، سو تم گواہ رہو کہ میں نے اسے پھر بخش دیا۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ پھر گناہ کرتا تھا اور بعد میں اسی طرح پھر توبہ استغفار کر تا تھا اور حضور یہی ارشاد فرماتے تھے کہ میرا یہ بندہ یقین رکھتا ہے کہ میں اس کے گناہ پر پکڑ بھی سکتا ہوں اور اسے معاف بھی کر سکتا ہوں۔

پس اسی طرح یہ شخص عمر بھر گناہ کرتا رہا اور اس کا اعمال نامہ سیاہ ہوتا رہا۔ اب جو کچھ ارشاد ہو کیا جائے۔

فرمایا کہ میں نے تو تین دفعہ کے بعد ہی کہہ دیا تھا۔

غَفَرْتُ لِعَبْدِی فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ

میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا، اب جو جی چاہے کرے۔

کیا یہ حکم ریکارڈ میں نہیں آیا؟ آخر ڈھونڈنے سے اس فرمان کی نقل بخاری اور مسلم میں مل گئی اور اس ملزم کی خلاصی ہوئی۔

(13) اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک شخص کا مقدمہ پیش ہے کرام الکاتبین نے عرض کیا۔

علاوہ اور قسم کے گناہوں کے اس پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری نعش کو جلا کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی سمندر میں ڈال دینا، کیونکہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر گرفت کی تو مجھے ایسا عذاب ملے گا کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا ہو گا۔

"خیر کچھ مدت کے بعد وہ شخص مر گیا اور لڑکوں نے اس کی وصیت پر عمل کر دیا۔ جزا کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے

باقی صفحہ 6 پر

مولانا عطاء المجیب راشد ۔لندن

پیشگوئی مصلح موعودؓ کے سلسلہ میں ایک ضروری وضاحت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک اہم اور غیر معمولی عظمت کا حامل نشان پیشگوئی مصلح موعودؓ سے تعلق رکھتا ہے۔اس نشان کو اجاگر کرنے اور اس کا تذکرہ کرنے کے لئے جماعت میں یہ طریق جاری ہے کہ ہر سال 20 فروری کو یا اس کے قریبی دنوں میں جلسے منعقد کئے جاتے ہیں ۔جن میں پیشگوئی سے متعلق مختلف پہلوؤں کا تذکرہ ہوتا ہے۔

اس ضمن میں دیکھا اور سنا گیا ہے کہ اکثر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والی پیشگوئی (جس کا اعلان 20 فروری کو ہوا) سبز رنگ کے کاغذات پر شائع کی گئی جس سے مراد عام طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب '' سبز اشتہار''لی جاتی ہے۔یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بات اس طرح پر نہیں بلکہ اس سلسلہ میں کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

یہ بات تو درست ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان پیشگوئی عطا فرمائی تو آپؑ نے 20 فروری 1886ء کو اس بارہ میں ایک نوٹ تحریر فرمایا جو یکم مارچ 1886ء کو اخبار ریاضِ ہند کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا۔یہ اخبار عام سادہ کاغذوں پر چھپا تھا۔سبز رنگ کے کاغذ نہ تھے۔بعد ازاں اس سلسلہ میں 22مارچ 1886ء کو ایک اور اشتہار بھی شائع ہوا جس میں یہ وضاحت درج تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ یہ فرزند موعود 9 سال کے عرصہ کے اندر اندر ضرور پیدا ہوجائے گا۔

اس کے بعد جو واقعات رونماہوئے وہ ترتیب وار درج ذیل ہیں:

1۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹی عصمت کی ولادت 15۔اپریل 1886ء کو ہوئی (جو 1891ء میں فوت ہوگئی) ۔اس کی ولادت پر مخالفین نے اعتراض کیا جس کا جواب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے یہ دیا کہ ہر گز یہ نہیں کہا گیا تھا کہ پہلا بچہ ہی موعود فرزند ہوگا۔ہاں فرزند موعود اپنی مقررہ مدت کے اندر اندر کسی وقت ضرور پیدا ہو جائے گا۔

2۔بعد ازاں 7۔اگست 1887ء کو حضرت مسیح موعودؓ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔جس کا نام بشیر(اوّل) رکھا گیا۔یہ بیٹا 4نومبر 1888ء کو فوت ہو گیا۔اس بیٹے کی وفات پر ایک بار پھر غیر از جماعت مخالفین نے سخت شورو غوغا کیااور طوفان بدتمیزی برپا کر دیاکہ دیکھو یہ پیشگوئی ایک بار پھر جھوٹی ثابت ہوئی۔پہلے بیٹے کی بجائے بیٹی پیدا ہوئی اور اب بیٹا پیدا ہوا تو لیکن لمبی عمر پانے کی بجائے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیاہے۔اپنی نادانی اور مخالفت میں ان لوگوں نے سخت بدزبانی کی اور پیشگوئی کے غلط ہونے کے دعوے کرتے ہوئے بغلیں بجانے لگے۔

3۔اس موقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888ء کو ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا جس کا عنوان تھا''حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر''۔اس میں آپؑ نے اس پیشگوئی کے مضمون کی ایک بار پھر وضاحت فرمائی اور بہت تحدی اور جلال سے تحریر فرمایاکہ: فرزندِ موعود (جو بے شمار خوبیوں کا مالک ہوگا) کی ولادت کا وعدہ خدائے ذوالجلال و الاکرام کی طرف سے ہے اور یہ وعدہ اپنے وقت پر مقررہ مدت کے اندر لازماً پورا ہو کر رہے گا۔فرزندِ موعود کی ولادت کے بارہ میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

''خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کےوعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔''

(سبز اشتہار،روحانی خزائن جلد2 صفحہ 453،حاشیہ)

یہ مختصر رسالہ سبز رنگ کی کاغذات پر شائع کیا گیا اور اسی مناسبت سے اس رسالہ کا نام ''سبز اشتہار''رکھا گیا۔اور اسی نام سے یہ جماعت میں معروف ہے۔

4۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے 12جنوری 1889ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوایک فرزند سے نوازا جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں آپؑ پر واضح فرمایا کہ یہی وہ فرزندِ موعود ہے جو اس پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہے۔اس بیٹے کا نام محمود احمد رکھا گیا جو جماعتی لٹریچر میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد (خلیفة المسیح الثانیؓ) کے نام سے معروف ہیں۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات پوری ہوئی اور اس کی عطا فرمودہ پیشگوئی بڑی عظمتِ شان اور جلال کے ساتھ اپنے وقتِ موعود پر پوری ہوئی اور آپؑ کے وجود میں وہ سب نشانیاں پوری آب و تاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوئیں۔جن کا اس پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا۔

اس پیشگوئی کے تعلق میں مندرجہ ذیل تاریخیں یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

- مصلحِ موعود والی پیشگوئی 20 فروری 1886ء کو لکھی گئی۔ اخبار میں اشاعت یکم مارچ 1886ء کو ہوئی۔
- 22 مارچ 1886ء کو بذریعہ اشتہار یہ وضاحت کی گئی کہ فرزندِ موعود نو سال کے عرصہ میں پیدا ہو گا۔
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں بیٹی عصمت کی پیدائش 15۔اپریل 1886ء (وفات 1891ء)
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹے بشیر (اوّل) کی ولادت 7۔اگست 1887ء کو ہوئی۔ یہ بیٹا 4 نومبر 1888ء کو فوت ہو گیا۔
- سبز اشتہار کی اشاعت یکم دسمبر 1888ء کو ہوئی جس میں یہ تحدّی کی گئی کہ فرزندِ موعود پیشگوئی میں مذکور 9 سال کی مدت کے اندر اندر لازماً پیدا ہو جائے گا۔
- حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحب کی ولادت 12 جنوری 1889ء کو ہوئی جن کے ذریعہ یہ عظیم الشان پیشگوئی بڑی وضاحت اور شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

****

ایک ضروری تصحیح

روزنامہ ''گلدستہ علم وادب'' کے 13جنوری 2020ء کے شمارہ میں حضرت خلیفة المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ کی عمر74سال اور پیدائش 1841ء درج ہے۔ اس پر سیدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق کروائی ہے۔ اس پر محترم منیر احمد جاوید پرائیویٹ سیکرٹری لندن کا خط خاکسار کو موصول ہوا ہے۔ اس میں یہ ارشاد درج ہے کہ

''ان کی تحقیق اور دفتر وصیت کا ریکارڈ حضرت خلیفة المسیح الاولؓ کی عمر کے بارہ میں یہ کہتا ہے کہ حضرت خلیفة المسیح الاولؓ کی عمر بوقت وفات 80برس تھی اور اس طرح منصب خلافت پر فائز ہونے کے وقت آپ کی عمر 74برس قرار پائے گی۔ اگر اس سے آپؓ کا سن پیدائش نکالا جائے تو وہ 1834ء بنے گا۔''

حضور انور نے فرمایا ہے کہ

''اس کے مطابق درستی کر لیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء''

(ایڈیٹر)

(روزنامہ گلدستہ علم و ادب لندن28فروری2020ء)

نصرت الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہوکر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہوکر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(براہین احمدیہ حصہ دوم،روحانی خزائن جلد1 صفحہ 114)

منصور احمد کاہلوں۔ آسٹریلیا

مکرم مولانا غلام احمد فرّخ کی یادیں

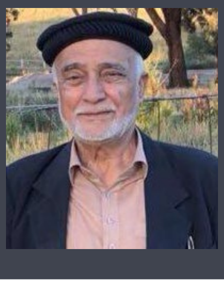

مولانا غلام احمد فرخ 1917ء میں قادیان کے قریب ایک گاؤں تھ غلام نبی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد کا نام میاں غلام قادر تھا جو صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔دینی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان میں حاصل کرنے کے بعد 1937ء میں میدان جہاد میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور پھر 44 سال تک تک مسلسل بے نفس ہو کر خدمتِ دین کرتے رہے اور اپنے بھائی مولانا غلام حسین ایاز کی طرح میدانِ جہاد میں ہی 17 اور 18۔اپریل 1981ء کی درمیانی شب وفات پا گئے ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

میرے والد مکرم چوہدری شریف احمد اکثر ہمیں یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ تقسیم سے قبل جب وہ میرے ماموں مکرم مسعود احمد کی بارات کے ساتھ چک 99 شمالی کے لئے سفر کر رہے تھے،اسی ٹرین میں محترم مولانا صاحب بھی سفر کر رہے تھے ۔آپ تبلیغی گفتگو کرتے رہے۔ بعدازاں جب آپ سو گئے تو ایک شخص نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس سے آپ زخمی ہوگئے۔ قریبی اسٹیشن پر گاڑی رکی تو ہمیں بھی اطلاع ہوگئی۔ مکرم والد صاحب بتاتے تھے کہ میں نے اپنا پنجاب کا سفر موقوف کردیا اور سکھر میں محترم مولانا صاحب کے ساتھ اتر گیا۔ جب ان کی طبیعت سنبھل گئی تو ان کی اجازت سے میں دوسری ٹرین کے ذریعہ منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوا ۔

آپ ہر فرد جماعت سے ذاتی تعلق رکھتے تھے اور جہاں ایک بھی احمدی رہتا ہو وہاں آپ پہنچتے تھے۔ ہم نے ایسا بھی دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے، ہر طرف کیچڑ ہے اور حضرت مولانا صاحب پیدل آرہے ہیں ۔انہوں نے ایک مجاہدانہ زندگی بسر کی اور دن رات ایک ہی دھن تھی ۔

کام مشکل ہے منزل مقصود ہے دُور
اے میرے اہل وفا سست کبھی گام نہ ہو

دُور دراز کے سفر سے تھکے ہوئے آتے تو اپنا سائیکل لیتے اوربیت الظفر پہنچ جاتے۔ نماز سے پہلے تشریف لاتے اور احباب کے ساتھ دینی اُمور کے بارے میں بات چیت کرتے ۔جماعتوں کے دوروں پہ جاتے ہوئے کسی نوجوان یا فردِ جماعت کو ساتھ لے لیتے۔ ایک دفعہ ایک جماعت میں گئے تو مجھے ساتھ لے گئے اور وہاں پہنچ کر مجھے کہا کہ آپ نے بھی کچھ کہنا ہے ، چاہےاخبار یا رسالے سے کوئی مضمون پڑھ دیں۔ یہ ان کا تربیت کرنے کا انداز تھا جس سے ہم ساری زندگی مستفید ہوئے ۔

محترم مولانا صاحب کو لمبا عرصہ سندھ کے اضلاع میں خدمت کا موقع ملا ۔ آپ نے سندھ میں جماعتوں کے قیام اور ان کی تعلیم و تربیت کے حوالہ سے بہت نمایاں کام کیا۔ محترم حاجی عبدالرحمن ڈاہری نے اپنے مضمون ’’محترم مولانا غلام احمد فرخ کی یاد میں‘‘ تحریر فرمایا۔

’’ اے سرزمین سندھ کے احمدی باشندو ! تم اُن کے احسان کو کبھی فراموش نہ کرنا اور جب تک زندہ رہو ، اُن کے لئے بلندی درجات کی دُعائیں کرنا کیونکہ یہ پیارا انسان تمہارے حق میں ایک نعت غیر مترقبہ کا مقام رکھتا ہے۔ جس خلوصِ نیت، محبت، خُوش خُلقی اور درد و دلسوزی، حسن و احسان سے اُس نے تمہیں احمدیت کے نور سے روشناس کرایا اور شرک کے اندھیروں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے آستانۂ وحدت پر لاجھکایا۔یہ اُس کا ہی حصہ تھا بفضل اللہ تعالیٰ‘‘

(الفضل 7 مئی 1981ء)

مولانا نے سندھ میں رہتے ہوئے سندھی زبان پر عبور حاصل کیا اور سندھی میں کئی کتابوں کے تراجم کئے۔ ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے بھی آپ کی تقاریر نشر ہوتی رہیں جو بڑے شوق سے سنی جاتی تھیں اور پسند کی جاتی تھیں۔ آپ نے کئی نسلوں کی تربیت میں حصہ لیا۔ جماعت احمدیہ ’’مسن باڑہ‘‘ ضلع لاڑکانہ نے اپنی تعزیتی قرارداد میں ذکر کیا ہے کہ خود مولانا نے اپنی ایک تقریر میں اظہار کیا کہ انہوں نے ’’مسن باڑہ کی چوتھی نسل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے‘‘۔

آپ نے کمال فدائیت سے خدمت کی ہے۔ حضرت مولانا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ۔اسلامی شعار کی پابندی کراتےتھے اور اس سلسلے میں کوئی لچک روا نہ رکھتے تھے۔ اجلاسات میں سب تنظیموں کی حاضری کو یقینی بناتے ۔اپنے خطابات اور بات چیت میں بعض اوقات لطائف بھی سناتے۔ آپ کی باتیں پُر اثر ہوتی تھیں۔ جماعتوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ انفرادی طور پر کردار کی تعمیر پر بھی توجہ دیتے تھے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر بچے اور نوجوان آپ کے سے زیادہ پیش نظر رہتے تھے ۔سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے اور موقع پر ہی رہنمائی کرتے تھے۔رشتہ ناطہ کے معاملات کو بھی حل کر دیتے تھے۔ افراد جماعت میں بھی آپ کے لئے احترام اس قدر تھا کہ آپ کی بات کو ٹالتے نہیں تھے۔

جماعتی عہدیداران اور امراء اضلاع سے آپ کا تعاون مثالی تھا۔آپ خود تو کثرت سے جماعتوں میں جاتے رہتے تھے۔ امرائے اضلاع سے مل کر اکٹھے بھی دورہ جات کرتے جس سے سندھ میں جماعتی نظام مضبوط بنیادوں پر قائم ہونے میں بہت مدد ملی ۔آپ نے 1937ء میں اپنی مجاہدانہ زندگی کا آغاز کیا۔ آپ کو سیالکوٹ، کراچی ،کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور سندھ کے مختلف علاقوں میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1972ء سے 1976ء تک جزائر فجی میں خدمت کی توفیق پائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والوں کی صف میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ جہاں بھی رہے مخلصانہ جہدِ مسلسل سے جماعتوں میں بیداری کی لہر دوڑادی۔ آپ عالم با عمل تھے۔ اپنی شبانہ روز مصروفیات کے ساتھ ساتھ عبادات کا گہرا ذوق تھا ۔دُعاگو اور تہجد گزار تھے۔ احباب جماعت سے نہایت درجہ شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔آپ کی شخصیت پُر وقار اور بارُعب تھی۔ آپ خُوش خُلق، پرہیزگار اور تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ آپ نے خود کو وقف زندگی کے تقاضوں سے اس طور ہم آہنگ کر لیا تھا کہ کوئی چیز آپ کی مجاہدانہ زندگی کی راہ میں حائل نہیں ہوئی۔ آپ اپنے اوقات اور روزمرہ کاموں کو اس طرح ترتیب دیتے تھے کہ وقت کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 22 ۔اکتوبر 2010 ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا ۔

’’پس یہ لوگ تھے جنھوں نے وقفِ زندگی اور قناعت کا حق ادا کیا۔‘‘

****

بقیہ از صفحہ 4

وہ پھر زندہ کیا گیا ہے اس کی بابت کیا فرمان ہے ؟‘‘

ارشاد ہوا

’’اس سے پوچھو کہ تو نے ایسا کام کیوں کیا؟‘‘

وہ شخص کہنے لگا ’’میرے خداوند ! میں نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا اور ہمیشہ بد عملیوں ہی میں مصروف رہا۔ اس لئے اے رب! میں نے یہ بات تیرے ڈر کے مارے کی اور تُوخودسب حقیقت جانتا ہے۔‘‘

حضور باری نے یہ سن کر فرمایا ’’ یہ سچ کہتا ہے، اسے چھوڑ دو۔ اس کے دل میں ضرور میرا حقیقی تقویٰ اور خوف موجود تھا۔‘‘

(14)ایک طرف کچھ آدمی خوش خوش جنت کی سڑک پر جارہے تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ تمہاری نجات ہو گئی ؟ کہنے لگے ’’ہاں‘‘ پوچھا کیونکر؟کہنے لگے کہ جب ہم کو ذاتِ باری نے مصیبت میں مبتلا دیکھا تو فرمایا میرا توان لوگوں سے وعدہ ہے کہ ان کو جنت میں داخل کروں گا۔

میں نے کہا یہ وہ وعدہ کیا تھا؟کہنے لگے کہ حضور احدیت نے اپنے رسول کی معرفت ہم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مَنۡ کَانَتۡ لَہٗ اُنۡثٰی فَلَمۡ یُؤِدۡھَا وَلَمۡ یُھِنۡھَا وَلَمۡ یُؤۡثِرۡ وَلَدَہٗ عَلَیۡھَا یَعۡنِیۡ الذُّکُوۡرَ اَدۡخَلَہُ اللّٰہُ الۡجَنَّۃَ

’’جس شخص کی ایک بیٹی ہو ، پھر نہ وہ اسے زندہ گاڑ دے اور نہ ذلیل رکھے اور نہ تر جیح دے اس پر اپنے بیٹوں کو تو اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔‘‘

پس اس بات پر عمل کی وجہ سے ہم پر خدا کا فضل ہو گیا ہے۔

(15)اسی طرح ایک عورت کو دیکھا کہ باوجود اس کے کہ اس کی عباداتیں یعنی روزے، نمازیں اور صدقے بہت ہی کم تھے، تاہم اس لئے جنتی ہو گئی کہ وہ اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے کبھی کوئی تکلیف نہ دیتی تھی اور سب اس سے خوش تھے ۔

(16)غرض ہم اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ ایک عظیم الشان گر وہ شہداء کا دیکھا جن کی گنتی اور حد وبست خیال و وہم سے بالاتر تھی۔

غفران نے بتایا کہ ان میں سے تلوار سے خدا کی راہ میں شہید ہونے والے بہت کم ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحم نے شہید بنانے کے لئے اور بہت سے سامان محض اپنے فضل سے پیدا کر دیئے۔ مثلاً

- جو شخص خدا کے دین کی خدمت کے کسی کام میں بغیر تلوار کے بھی اپنی موت مر جائے وہ بھی شہید ہے۔
- جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔
- جو مومن طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔
- جو عورت بچہ جن کر مرے وہ بھی شہید ہے۔
- جو ذات الجنب سے مرے وہ بھی شہید ہے۔
- جو دستوں کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔
- جو دب کر مرے وہ بھی شہید ہے وغیرہ وغیرہ۔

غرض شہادت، مغفرت اور بلندیٔ درجات کے ایسے بہت سے راستے کھول دیئے ہیں کہ اگر مومن خدا کا شکر کرتے کرتے مر بھی جائیں تو بھی اپنے مالک کا حق ادا نہیں کر سکتے ۔ یہاں تک کہ جو شخص شہادت کے لئے دعا مانگتا ہے پھر خواہ اپنے بستر پر ہی اس کی جان نکلے وہ بھی شہید ہی شمار ہوتا ہے۔

****

پروفیسر راجا محمد نصر اللہ خان

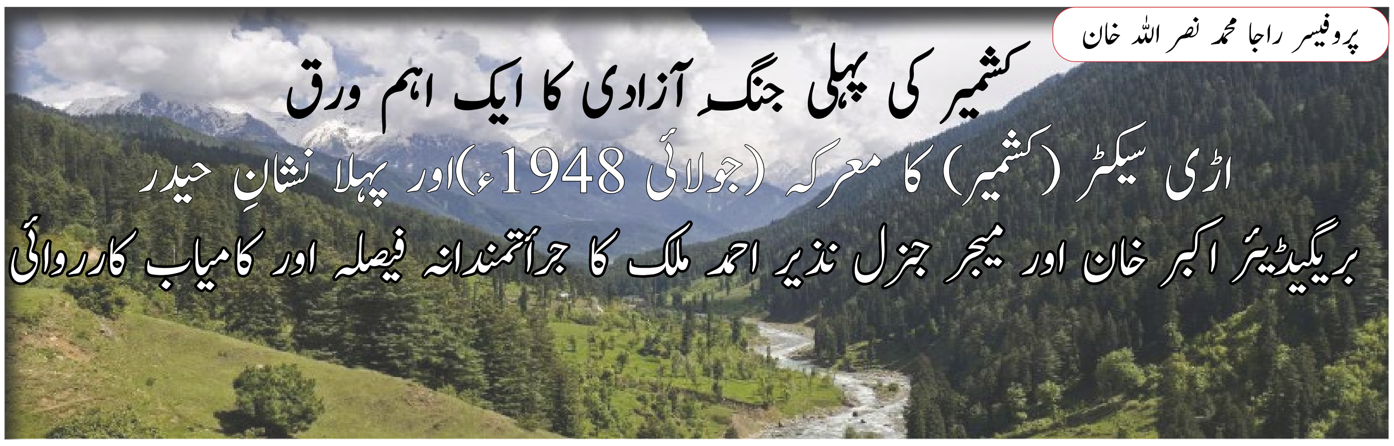

کشمیر کی پہلی جنگِ آزادی کا ایک اہم ورق

اڑی سیکٹر (کشمیر) کا معرکہ (جولائی 1948ء) اور پہلا نشانِ حیدر

بریگیڈیئر اکبر خان اور میجر جنرل نذیر احمد ملک کا جراتمندانہ فیصلہ اور کامیاب کارروائی

3جون 1947ء کے اعلان کے بعد برصغیر کی تقسیم کے نتیجہ میں بھارت اور پاکستان دو الگ الگ ملک معرضِ وجود میں آئے لیکن اس کے جلد بعد جب ریاستوں کے الحاق کے متعلق قاعدے اور اصول کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے بھارت نے ریاست جموں و کشمیر پر زبردستی قبضہ جمانا چاہا تو کشمیر کی پہلی جنگ آزادی (48-1947ء) کی ابتداء میں پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے (اب کے۔پی۔کے) کے جری قبائلی محاذ پر پہنچے اور زبردست یلغار کرتے ہوئے ان کے بعض دستے سری نگر کے بالکل قریب پہنچ گئے ۔ لیکن کچھ معتبر ذرائع کی تحقیق کے مطابق ان قبائلیوں کے کمانڈر میجر خورشید انور کی غلطی اور تساہل کے باعث ان لوگوں کو کافی دور تک پسپا ہونا پڑا۔ بعد میں بہرحال کشمیر میں جنگ جاری رہی۔ جس کے نتیجہ میں یکم جنوری 1948ء کو بھارت اپنی شکایت لے کر اقوام متحدہ میں پہنچ گیا۔

جناب حسن ظہیر کی تفصیلی کتاب ”راولپنڈی سازش 1951ء“ سے کچھ اہم مندرجات

مندرجہ بالا کتاب وطنِ عزیز کے سابق مرکزی سیکرٹری اور اہل علم و قلم حسن ظہیر کی انگریزی تصنیف کا ترجمہ ہے جو سہیل انجم نے کیا اور 2002ء میں اسے آکسفرڈ یونیورسٹی پریس (کراچی) نے شائع کیا۔ قابل مصنف نے متذکرہ کتاب میں مختلف موضوعات اور مندرجات کو متعدد کتابوں اور دستاویزات کے حوالوں سے واضح کیا ہے۔ یہاں کچھ اہم مندرجات اور اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

بھارتی حکومت کی درخواست اور پاکستان کا بھرپور جواب

جناب حسن ظہیر اپنی متذکرہ کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

”یکم جنوری 1948ء کو بھارتی حکومت نے اقوام متحدہ سے اس کے منشور کی شق 35 کے تحت رجوع کیا جس میں سلامتی کونسل سے درخواست کی گئی کہ وہ پاکستان سے کشمیر میں حملہ آوروں کی مدد روکنے کو کہے کیونکہ یہ مدد بھارت کے خلاف جارحیت ہے، اگر پاکستان ایسا نہ کرے تو بھارتی حکومت مجبور ہو گی کہ ذاتی دفاع میں حملہ آوروں کے خلاف فوجی اقدام کے لئے پاکستان کے علاقے میں داخل ہو جائے۔“ (صفحہ 127-128)

”اقوام متحدہ سے رجوع کرنے کے نتائج بھارت کی توقع سے مختلف نکلے۔ پاکستان کو کشمیر میں مداخلت کرنے پر جھڑکی تو کیا ملتی، وہ سلامتی کونسل کی توجہ کشمیری عوام کی خواہشات معلوم کرنے کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو گیا۔“ (صفحہ 128) (راقم عرض کرتا ہے کہ سلامتی کونسل میں پاکستان کی جانب سے بھارت کے دلائل اور جارحانہ موقف کا مدلل اور مسکت جواب پاکستان کے وزیر خارجہ حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان دے رہے تھے اور چوہدری صاحب نے ہی کشمیریوں کے حق خودارادیت کے سلسلے میں یو این کی قراردادیں منظور کرائیں۔) جناب حسن ظہیر مزید لکھتے ہیں:

”سلامتی کونسل سے ترت کارروائی کی اور فریقین کے موقف سننے کے بعد (اپریل) 1948ء کو منظورہ کردہ قرارداد کے ذریعے اقوام متحدہ کمیشن برائے بھارت اور پاکستان (یواین سی آئی پی) قائم کیا۔ یہ تین ارکان پر مشتمل تھا جن کی تعداد بعد میں بڑھا کر پانچ کر دی گئی۔ سلامتی کونسل میں بحث چلتی رہی اور...ایک جامع مسودہ قرار داد اس کے صدر جنرل مک ناٹن نے پیش کی جس میں منصفانہ استصواب رائے کے لئے بھرپور حفاظتی انتظامات کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔“

(کتاب”راولپنڈی سازش 1951ء“ صفحہ 127-128)

کمانڈر انچیف پاکستان آرمی کی اطلاعات

”20۔اپریل 1948ء کو پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف نے حکومتِ پاکستان کو مطلع کیا کہ بھارت کشمیر میں حملے کے لئے فوج میں اضافہ کر رہا ہے اور یہ 17 جنوری کی سلامتی کونسل کی قرارداد کی صاف خلاف ورزی ہے جس میں دونوں حکومتوں کو کوئی ایسا قدم اٹھانے سے اجتناب کی ہدایت کی گئی تھی جو صورتحال کو مزید خراب کرے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ کشمیر میں بھرپور جارحانہ کارروائی کے لئے بھارتی فوج میں اضافہ فروری 1948ء کے اواخر میں بہت تیزی سے شروع ہوا... کمانڈر انچیف نے سفارش کی کہ یہ از بس ضروری ہے کہ بھارتی فوج کو اڑی پونچھ نوشہرہ کے عمومی خط سے آگے پیش قدمی نہ کرنے دی جائے۔“ (صفحہ 129 اور 130)

حکومت پاکستان کا فیصلہ

”حکومت پاکستان نے سفارش قبول کر لی اور پاکستان آرمی کو حکم دیا کہ کشمیر میں جا کر آزاد افواج کے زیر قبضہ علاقے کا دفاع کریں اور بھارتیوں کو پاکستان کی سرحدوں میں اچانک داخل نہ ہونے دیں۔... پاکستانی فوجی دستے داخل ہوئے تو کشمیر کی کارروائیوں کی پوری کمان پاکستان جی ایچ کیو منتقل ہو گئی اور آزاد جی ایچ کیو کو ختم کر دیا گیا۔“

(صفحہ 130)

101 - بریگیڈ راولپنڈی پہنچا دیا گیا

اپریل کے اواخر میں اکبر خان کو حکم دیا گیا کہ جلد از جلد 101 بریگیڈ کو سڑک کے راستے راولپنڈی پہنچائیں۔... اگلے روز تک بریگیڈ راولپنڈی پہنچ چکا تھا اور اوجھڑی کیمپ میں اکٹھا ہو گیا... بریگیڈ کی تفصیلات بتاتے ہوئے اکبر خان کہتے ہیں کہ راولپنڈی سے 10 مئی کو ڈویژنل کمانڈر نے میرے بریگیڈ کے بعض حصے اڑی سیکٹر میں مخصوص مقامات پر قبضے کے لئے بھیجے۔“

(صفحہ 130)

میجر جنرل نذیر احمد ملک

اڑی سیکٹر میں بھارتی کارروائی

بھارتی کارروائی 18 مئی کو شروع ہوئی اور اس نے اڑی سیکٹر میں تین حملے کئے،ایک حملہ دریائے جہلم کے دونوں جانب اور ایک شمال میں ٹیٹوال کی سمت۔ 20مئی کو دوپہر تک تشویشناک خبریں آنے لگیں... بھارتی اڑی اور چکوٹھی کے درمیان کسی جگہ پہنچ گئے تھے۔ آزاد (افواج) پسپا ہو کر بکھر گئیں۔ اکبر خان نے وہ بٹالین واپس مانگی جو ان کے بریگیڈ سے لے لی گئی تھی اور شام کو ... محاذ کی طرف روانہ ہو گئے۔“ (صفحہ 131)

”یکم جون کو کشمیر کی صورتحال کے بارے میں حکومت کو دی گئی بریگیڈیئر شیر خان کی رپورٹ میں اڑی سیکٹر کی خراب تصویر پیش کی گئی۔... رپورٹ میں سب سے زیادہ تشویش اڑی ٹیٹوال سیکٹر پر ظاہر کی گئی تھی جہاں اصل کارروائی ہو رہی تھی۔ دریائے جہلم کے شمال میں بھارتی فوج چار بٹالین کا بریگیڈ لے کر بڑھی تھی اور ٹیٹوال پر قبضہ کر لیا تھا۔ ... ٹیٹوال میں بھارتی فوج ہر چند کہ فضائی کمک پر قائم تھی لیکن وہ مظفرآباد کے لئے بہت سنگین خطرہ تھی۔ زبردست نقل و حرکت ہو رہی تھی اور پاکستانی فوج بھاری نقصانات کے ساتھ پسپا ہو رہی تھی۔“ (صفحہ 131)

آخر 101 بریگیڈ نے دشمن کی پیش قدمی روک دی

”بھارتی دریا جہلم کے جنوب میں بڑی سڑک کے ساتھ دفاع توڑتے ہوئے بارہ میل تک گھس گئے تھے اور 101 بریگیڈ نے انہیں چکوٹھی پر روک دیا تھا۔“ (صفحہ 132)

آگے چل کر لکھا ہے:”بہرحال جون کے آخر تک بھارتی پیش قدمی مکمل طور پر رک گئی جس کا بڑا سبب یہ تھا (کہ) مظفرآباد کی طرف گامزن (بھارتی۔ناقل) فوجی دستے چکوٹھی سے آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے۔ اس لڑائی کے مختلف تذکروں سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ بھارتی پیش قدمی کو روکنے کا سہرا اکبر خان کو جانا چاہئے۔ زمین، قبائلیوں، بے قاعدہ رضاکاروں، مختلف تدابیر اور دستیاب ساز و سامان کے موثر استعمال سے اور سب سے بڑھ کر اپنے جوانوں اور افسروں کی دلیرانہ قیادت کرتے ہوئے اکبر خان نے نامساعد حالات میں لڑائی جیتی۔“

(صفحہ 133)

میجر جنرل نذیر احمد کی کمان اور پنڈو پہاڑی پر قبضہ کی منظوری

یہ جولائی (1948ء۔ناقل) کا واقعہ ہے... پنڈو پہاڑی کی ڈھلان پر دریا کے دوسری جانب بھارت کی پہاڑی گنیں نظر آرہی تھیں اور چکوٹھی میں آزاد افواج پر اور عقب میں سڑک پر پانچ میل تک غالب پوزیشن میں تھیں۔ اب میدان جنگ کی کمان میجر جنرل نذیر احمد (پہلے احمد جرنیل۔ ناقل) کے زیر کمان پشاور میں 9ڈویژن کو منتقل ہو چکی تھی۔ ڈویژنل کمانڈر کی منظوری سے 9ہزار فٹ کی بلندی پر پنڈو گاؤں پر قبضہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ (''راولپنڈی سازش 1951ء'' صفحہ 133)

اکبر خان کی کتاب سے حیرت انگیز تفصیل

اب یہ سارا ماجرا اکبر خان کی انگریزی کتاب Raiders in Kashmir جس کا ترجمہ جنگ 1965ء کے مشہور وقائع نگار اور مصنف عنایت اللہ نے بعنوان ''کشمیر کے حملہ آور'' کیا ہے، سے پڑھتے ہیں: متذکرہ کتاب میں اکبر خان بتاتے ہیں:

''ہندوستانیوں کا حملہ تو ختم ہو گیا تھا لیکن اوڑی فرنٹ پر ابھی لڑائی ختم نہیں ہوئی تھی... دونوں طرف جانی نقصان ہو رہا تھا۔ ہمارے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ دفاعی مورچوں کو بہتر بنا لیں۔ پانڈو پہاڑی کی ایک ڈھلان پر دشمن کے ماؤنٹین توپخانے کی ایک سیکشن، دریا کی دوسری طرف ایسی جگہ پوزیشن میں تھی کہ گزشتہ تین ہفتوں سے چکوٹھی اور اس کے پیچھے سڑک کی پانچ میل لمبائی مسلسل گولا باری کی زد میں تھی۔ یہ سیکشن چونکہ بلندی پر تھی اس لئے رات کے وقت بھی ہماری نقل و حرکت محفوظ نہیں تھی۔ ان توپوں کو ختم کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ان پر الگ تھلگ حملہ کیا جا سکتا تھا۔ یہی ایک طریقہ تھا کہ پانڈو پہاڑی پر قبضہ کیا جائے۔ ہمارے آدمی یہی چاہتے تھے لیکن یہ بہت کٹھن مہم تھی جس کے لئے ہمارے پاس ذرائع نہیں تھے اور یہ مہم ہمارے رول میں بھی نہیں تھی کیونکہ ہمارا رول دفاعی تھا۔ تاہم ڈویژن کمانڈر نے اجازت دے دی۔''

(کتاب ''کشمیر کے حملہ آور'' صفحہ 154)

پانڈو گاؤں کا تعارف اور محل وقوع

''پانڈو ایک گاؤں کا نام ہے جو اس نو ہزار فٹ بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ پہاڑی کا نام بھی پانڈو ہے جو دراصل ایک پہاڑی نہیں بلکہ وسیع علاقے پر پھیلا ہوا سلسلۂ کوہ ہے۔ بِب ڈوری (گاؤں۔ناقل) کی چوٹی پر کھڑے ہو کر دشمن کی طرف دیکھو تو پانڈو سامنے نظر آتا ہے۔ دائیں طرف تین ہزار فٹ نیچے دریائے جہلم نظر آتا ہے۔ دریا کے پار سڑک نظر آتی ہے جو پہاڑوں کے پہلوؤں کو کاٹ کر گزرتی ہے۔ سڑک سے دور پرے سات آٹھ ہزار فٹ بلند پہاڑیاں ہیں۔ ... اگر سامنے دیکھیں تو پہاڑیوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جو دریا کے متوازی ہے۔ اس سلسلہ کوہ کے درمیان پانڈو گاؤں واقع ہے جو برسات کے موسم میں دھند یا بادلوں میں چھپا رہتا ہے۔''

(کتاب ''کشمیر کے حملہ آور'' صفحہ 154)

پانڈو کی غیر معمولی اہمیت

اکبر خان اپنی متذکرہ کتاب میں واضح کرتے ہیں: (صفحہ 158)

''اس علاقے کو جو جنگی اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ہم نے اسے جو''کوڈ'' نام دیا تھا وہ ''دہلی'' تھا۔ بعد میں انکشاف ہوا تھا کہ ہندوستانیوں نے اسے جو''کوڈ'' نام دیا، وہ ''کراچی'' تھا۔ ... اس علاقے میں دشمن کی نفری ہماری نسبت بہت زیادہ تھی۔ لہٰذا ہماری کامیابی کا دارومدار اس چال پر تھا کہ ہم کسی ایسے مقام پر حملہ کریں جو دشمن کے لئے اہم اور نازک ہو اور جہاں وہ اپنی تمام نفری کو لڑانے کے لئے نہ لا سکے۔ پانڈو کا گاؤں ہی ایسا ایک مقام تھا جو ہماری چال کے لئے موزوں تھا۔ اس گاؤں میں دشمن کا ہیڈ کوارٹر تھا جو اس تمام علاقے میں مورچہ بند ہندوستانی فوج کا دماغ اور ذہن تھا...۔ لہٰذا ہمارا ابتدائی اور بنیادی کام یہ تھا کہ ایسا راستہ دیکھیں جو ہمیں کہیں تصادم کے بغیر پانڈو کے قریب لے جائے۔'' (صفحہ 160)

حملے کے لئے سنسنی خیز اقدامات

''ریکی (دیکھ بھال) سے یہ امید بندھ گئی کہ ایسا راستہ مل سکتا ہے لیکن یہ ایسا آپریشن تھا جس میں ہمیں دشمن کے سامنے سے رات کے وقت چوری چھپے اور دبے پاؤں گزرنا تھا۔ ہمیں اس کی پوزیشنوں کے درمیان خاصا فاصلہ طے کرنا اور تاریکی میں چھ ہزار فٹ بلندی چڑھنی تھی اور اس کے بعد حملے سے پہلے کچھ دیر کے لئے کہیں آرام بھی کرنا تھا۔ یہ سب کچھ صرف ایک رات میں نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے لئے دو راتیں درکار تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں دو راتیں اور ایک دن دشمن کے علاقے میں اس کے اگلے مورچوں کے عقب میں رہنا تھا اور یہ بھی کہ ہمیں اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے رکھنا تھا۔ اس طرح ہمیں چھتیس گھنٹوں کے لئے بہت خطرہ مول لینا تھا۔ ہمارا سراغ مل جانے کی صورت میں دشمن ہمیں اپنے مرکز سے کاٹ دیتا اور ہم پکڑے بھی جا سکتے تھے۔ میں نے یہ خطرہ قبول کر لیا کیونکہ اس کے بغیر کامیابی کا اور کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔'' (صفحہ 160)

تیاری کا کٹھن مرحلہ

حملے کی تیاریوں میں چند دن لگ گئے۔ سپلائی اور ایمونیشن وغیرہ آگے لے جانا تھا۔ سیپروں (SAPPERS۔آگے رستہ بنانے والے جوان۔ناقل) نے دریا کے آر پار لوہے کا موٹا رسہ لگا دیا۔ اس رسے کی مدد سے بیک وقت دو آدمی یا ایک ٹوکرے میں تین سو پاؤنڈ وزنی سامان دریا کے پار لے جایا جا سکتا تھا۔ ڈمپ (ذخیرے) سے آگے قلیوں کی ضرورت تھی۔ قلی جمع کر لئے گئے۔ اس آپریشن میں دو ہزار قلی استعمال کئے گئے تھے۔ توپخانے کو اتنا آگے لے جایا گیا جہاں سے ٹارگٹ کو زد میں لیا جا سکتا تھا۔ ہمارے پاس نو سو گولے تھے۔ یہ تعداد اس تعداد سے بہت ہی کم تھی جو دشمن کے پاس تھی۔ آپریشن کے دوران دشمن نے ہم پر صرف ایک دن میں کم و بیش تین ہزار گولے فائر کئے تھے۔ ہمارے پاس تین سو محسود قبائلی تھے۔ انہیں تین لشکروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر لشکر کی نفری ایک سو تھی۔ دو کا کام یہ تھا کہ دشمن پر چھاپے مار کر اسے چین نہ لینے دیں۔ تیسرے لشکر کے ذمے یہ کام تھا کہ اگر دشمن کو اکھاڑنے میں کامیاب ہوجائیں تو یہ ایک سو قبائلی دشمن کا تعاقب کریں۔ اس لشکر کو ہم نے ایل۔3(L-3) کا نام دیا تھا۔ آخری کام یہ تھا کہ بب ڈوری (ایک جگہ کا نام) کے سامنے جو ندی تھی اس پر لکڑی کا پل بنانا تھا۔ یہ پل آخری رات بنا لیا گیا۔ 17جولائی تک ہم بالکل تیار تھے۔

اگلے دن سورج غروب ہونے کے بعد ہماری حملہ آور فورس جو صرف ایک بٹالین تھی ندی پار کر گئی اور چوری چھپے دشمن کے علاقے میں گھس گئی۔... جوں جوں بٹالین بڑھتی جارہی تھی جوان ٹیلی فون کا تار بچھاتے چلے جارہے تھے۔ اس طرح بریگیڈ ہیڈکوارٹر میں میرے ساتھ بٹالین کا رابطہ قائم رہا۔ وائرلیس سیٹ بھی آگے لے جائے گئے تھے لیکن خاموش رکھے گئے تھے۔ انہیں شدید ہنگامی حالات میں استعمال کرنا تھا۔ چند گھنٹے بعد بٹالین اگلے خفیہ اڈے پر پہنچ گئی۔ وہ اب دشمن کے اگلے مورچوں کے عقب میں ایک میل سے زیادہ دور چلی گئی تھی۔ کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ (صفحہ 161)

آپریشن کا دوسرا دن

''اگلے دن جو آپریشن کا دوسرا دن تھا، حملہ آور فوج کو رات کا اندھیرا پھیلنے تک خفیہ اڈے میں چھپے رہنا تھا۔ ہمارا توپخانہ خاموش رہا تاکہ دشمن کو پتہ نہ چلے کہ کوئی غیر معمولی کارروائی ہونے والی ہے۔ اس صبح میں نے قبائلیوں، آزاد کشمیریوں اور سکاؤٹس کی چھاپہ مار پارٹیوں کو مختلف مقامات پر چھاپے مارنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کارروائی سے دشمن کو کسی بڑے حملے کا شک نہیں ہو سکتا تھا...

ہماری حملہ آور بٹالین دوکالموں میں ایک دائیں بائیں، دو مختلف راستوں سے پانڈو کی طرف بڑھنے لگی۔ ان دو کالموں کا پہلا کام یہ تھا کہ پو پھٹنے تک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائیں۔ ان کے لئے لازمی تھا کہ وہاں تک وہ اس طرح پہنچیں کہ دشمن کو ان کی بھنک نہ ملے۔ پانڈو پر کامیاب حملہ کرنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ پیشتر اس کے کہ دشمن کمک منگوا لے ہم حملہ کر دیں۔'' (صفحہ 163)

سرفروشی کی تمنا آج ہمارے دل میں ہے

اکبر خان آگے چل کر بیان کرتے ہیں: ''اب جب کہ دونوں طرف کے دستے نو ہزار فٹ اونچی پہاڑی پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو گز تھا تو دونوں طرفوں کی نفری کا تقابل ہمارے حق میں نہیں تھا۔ ہندوستانیوں کی جو نفری اگلی دو پوزیشنوں سے پسپا ہوئی تھی۔ پانڈو کی نفری سے جا ملی تھی۔ اس طرح دشمن کی نفری ہم سے زیادہ ہو گئی تھی اور انہیں کچھ مزید فوائد حاصل ہو گئے تھے۔ دشمن نہایت اچھے مورچوں میں بیٹھا تھا جب کہ ہمیں کھلے علاقے میں سے آگے بڑھنا اور حملہ کرنا تھا۔ دشمن کے پاس بہت سی مشین گنیں تھیں۔ ہمارے پاس ایک بھی نہیں تھی۔ دشمن کو مدد دینے کے لئے طیارے تھے۔ ہمارے پاس کوئی طیارہ نہیں تھا اور دشمن کا توپخانہ ہمارے توپخانہ سے چار گنا زیادہ تھا۔

اس تقابل کو دیکھتے ہوئے جو کسی پہلو ہمارے حق میں نہیں تھا، دائیں کالم کے کمانڈر کو توقع تھی کہ حملہ منسوخ

کر دیا جائے گا۔ میں نے کسی مزید جھجک یا تذبذب کی گنجائش نہ رہنے دی اور حکم دے دیا ''دہلی'' (پانڈو) پر سنگینوں سے حملہ کر دیا جائے اور حملے کی قیادت افسر کریں یعنی افسر آگے آگے رہیں۔'' (صفحہ 168-169)

پاک فوج کا غیر متوقع حملہ

اکبر خان لکھتے ہیں: ''ہندوستانیوں کو ہمارے جوانوں کی طرح جسمانی طور پر کسی مشکل یا سختی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ گزشتہ چار دنوں میں چھوٹی چھوٹی جھڑپیں لڑی گئی تھیں جن میں ہندوستانیوں کا جانی نقصان معمولی تھا۔ ان کی نفری، ان کا اسلحہ ایمونیشن، ان کا توپخانہ اور ان کے طیارے ان کے پاس صحیح و سلامت موجود تھے اور ان کے مورچے بھی پختہ اور ہر لحاظ سے اچھے تھے۔ ان پر مشکل یہ آن پڑی تھی کہ ان پر ہمارا حملہ اور ہمارے دستوں کا پانڈو تک صرف پہنچ جانا ناگہانی اور غیر متوقع تھا اور انہیں اب پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اگلے لمحے کیا ہو جائے گا۔ ایک انجانا سا خوف ان کے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا جس نے ان میں لڑنے کے جذبے کو بری طرح مجروح کر دیا تھا۔ انہیں ... ''گھیرے'' میں سے نکل بھاگنے کا راستہ نظر آرہا تھا اور وہ بھاگ جانے کا موقعہ گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کے توپخانہ نے بے تحاشا گولا باری شروع کر دی۔ اس گولا باری کے نیچے اور گھنے جنگل میں چھپتے چھپاتے، ہندوستانی پانڈو سے نکل گئے۔ جب ہمارے دائیں کالم نے پانڈو پر حملہ کیا تو دیکھا کہ وہاں کوئی ہندوستانی نہیں ہے۔
لیکن پانڈو کا قصہ یہیں پر تمام نہ ہوا۔ مجھے جب اطلاع ملی کہ ہندوستانی پیٹھ دکھا گئے ہیں تو میں نے ان کے تعاقب میں قبائلی پٹھانوں کا تیسرا لشکر بھیج دیا۔ پانڈو کے گرد و نواح میں جو قبائلی تھے وہ بھی اس لشکر سے مل کر دشمن کے تعاقب میں چلے گئے۔ ہندوستانی ڈری ہوئی بھیڑوں کی طرح پہاڑی سے اترتے گھنے جنگل میں بھاگے تھے۔ انہیں توقع تھی کہ جنگل انہیں پناہ میں لے لے گا لیکن قبائلی ان پر بھیڑیوں کی طرح جاپڑے۔...
جب قبائلی واپس آئے تو ان میں سے بیشتر ہندوستانی وردی پہنے ہوئے تھے اور وہ اپنے ساتھ بے انداز اسلحہ، ایمونیشن اور دیگر سامان لائے تھے۔ (صفحہ 171-172)

دشمن کا اسلحہ اور دیگر سامان جو ہاتھ آیا

تقریباً ایک سو تین رائفلیں بمع ایمونیشن تھیں۔ تقریباً اڑھائی لاکھ راؤنڈ ایمونیشن بکسوں میں بند تھا۔ دو بڑی مارٹر گنیں، چودہ دو انچ مارٹر گنیں اور ایک مشین گن تھی۔ مارٹر گنوں اور توپوں کے تقریباً ایک ہزار گولے اور راشن کا جو ذخیرہ پٹھان اٹھا لائے تھے وہ خاصا زیادہ تھا۔
پانڈو ہمارے ہاتھ لگ جانے سے ہندوستانیوں کے باقی دفاعی مورچے تاش کے گھروندے کی طرح ڈھیر ہو گئے۔ ... ہم ناک کی سیدھ میں صرف چھ میل آگے بڑھے تھے لیکن ہمارے قبضے میں نوے مربع میل علاقہ آگیا تھا۔'' (صفحہ 172-173)

(اقتباسات از کتاب ''کشمیر کے حملہ آور''(انگریزی) تصنیف میجر جنرل اکبر خان۔ ترجمہ عنایت اللہ اشاعت اول مئی 1973ء۔ ناشر مکتبہ داستان لمیٹڈ۔ 4شارع فاطمہ جناح لاہور)

اب قند مکرر اور خلاصہ کے طور پر جناب حسن ظہیر کی کتاب سے مندرجہ بالا حیرت انگیز اور لرزہ خیز عسکری مہم کا چند سطور میں جاذب نظر بیان درج کیا جاتا ہے:

''یہ جولائی کا واقعہ ہے... اب میدان جنگ کی کمان میجر جنرل نذیر احمد کے زیر کمان پشاور میں 9ڈویژن کو منتقل ہو چکی تھی۔ ڈویژنل کمانڈر کی منظوری سے 9ہزار فٹ کی بلندی پر پنڈو گاؤں پر قبضہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ یہ بڑی نمایاں فوجی کارروائی تھی جس میں پاکستان آرمی کے افسروں اور جوانوں نیز اسکاؤٹوں، قبائلیوں اور دیگر رضاکاروں کی قوت اور برداشت کا کڑا امتحان ہوا۔ اکبر خان کی استقلال و شجاعت سے بھرپور قیادت کے بغیر یہ غیرمعمولی جدوجہد ممکن نہ تھی جنہوں نے پوری کارروائی کی منصوبہ بندی اور نگرانی کی۔ پنڈو کی طرف چڑھائی کے آخری مرحلے پر حملے کا زور برقرار رکھنے اور دفاع کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کے لئے انہوں نے قافلہ کمانڈر کو 22 اور 23 جولائی کی درمیانی رات کے دوران افسران کی سربراہی میں (فوجی جائزے کے لئے) گشتی ٹیمیں، بھیجنے اور صبح کے وقت پنڈو گاؤں پر افسران کی قیادت میں سنگینوں سے دھاوا بولنے کے احکامات سخت اور اٹل الفاظ میں دیئے۔ خوش قسمتی سے جب پاکستانی فوجی پہنچے تو بھارت گاؤں خالی کر چکے تھے۔ اڑی سیکٹر پر بھارتی حملے کی ناکامی سے پنڈت نہرو پریشان ہو گئے اور انہیں اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کشمیر میں بھارت افواج کو مزید دھچکے نہ پہنچیں۔''(صفحہ 133)

(از کتاب ''راولپنڈی سازش 1951ء'' (انگریزی) مصنف حسن ظہیر۔ ترجمہ سہیل انجم۔ اشاعت اول 2002ء آکسفرڈ یونیورسٹی پریس۔ کراچی)

اکبر خان اپنی انگریزی تصنیف کے باب 16کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:
(ترجمہ): ''31دسمبر 1948ء کو نصف شب کے وقت دونوں اطراف (بھارت اور پاکستان) نے سیز فائر کا حکم دے دیا اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔''

اکبر خان کی متذکرہ کتاب میں جنگ کے کچھ محاذوں کے فوٹو بھی شامل کئے گئے ہیں۔ ان نایاب فوٹوز میں دو میں میجر جنرل نذیر احمد بہت نمایاں ہیں۔ ایک فوٹو (صفحہ 112) میں چناری فرنٹ پر وہ مس فاطمہ جناح کو Baton (فوجی افسران کی سٹک) کی مدد سے محاذ کے متعلق معلومات دے رہے ہیں۔ جبکہ دوسرا فوٹو (صفحہ 122) سیز فائر کے بعد کا ہے۔ جس میں وزیراعظم لیاقت علی خان کے دائیں صدر آزاد کشمیر سردار ابراہیم خان کھڑے ہیں اور وزیراعظم کی بائیں جانب میجر جنرل نذیر احمد اور پھر ان کے ساتھ بریگیڈیئر اکبر خان کھڑے ہیں۔

آزادی کی متمنی وادی کشمیر کے متعلق امجد اسلام امجد نے کیا دلگداز نظم کہی ہے:

اے میرے کشمیر اے ارض دل گیر
اپنے لہو سے تو نے لکھی ہے جو روشن تحریر
بدلے گی اک روز اسی سے دنیا کی تقدیر
آزادی وہ خواب کہ جس کی آزادی تعبیر
کس نے کیا ہے کون کرے گا، خوشبو کی زنجیر
اے میرے کشمیر

(جنگ سنڈے میگزین 29 ستمبر 2019ء صفحہ 11کالم نمبر3)

اڑی سیکٹر کا منفرد اعزاز۔ کیپٹن محمد سرور شہید (پہلا نشانِ حیدر)

''پاکستان کرونیکل'' (پاکستان کا تاریخ وار انسائیکلوپیڈیا) کے صفحہ 23 پر زیر عنوان ''کیپٹن محمد سرور (نشانِ حیدر) کی شہادت'' لکھا ہے:

''27جولائی 1948ء کو پاکستان کا سب سے بڑا عسکری اعزاز نشانِ حیدر حاصل کرنے والے پہلے سپوت کیپٹن محمد سرور کا یوم شہادت ہے۔
کیپٹن محمد سرور 10 نومبر 1910ء کو موضع سنگھوری، تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے تھے۔ 1944ء میں وہ فوج میں شامل ہوئے۔ 1948ء میں جب وہ پنجاب رجمنٹ کی سیکنڈ بٹالین میں کمپنی کمانڈر کے عہدے پر خدمات انجام دے رہے تھے انہیں کشمیر آپریشن پر مامور کیا گیا۔ یہ 27جولائی 1948ء کا واقعہ ہے جب ان کی بٹالین نے اڑی سیکٹر میں دشمن کی ایک اہم پوزیشن پر حملہ کیا اس حملے کے دوران انہوں نے غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔
1956ء میں جب پاکستان میں عسکری اور شہری اعزاز کا آغاز ہوا تو انہیں حکومتِ پاکستان کا سب سے بڑا عسکری اعزاز نشان حیدر دیئے جانے کا فیصلہ ہوا۔ 3 جنوری 1961ء کو یہ اعزاز ان کی بیوہ محترمہ کرم جان نے صدر پاکستان محمد ایوب خان کے ہاتھوں وصول کیا۔'' (صفحہ 23)

(''پاکستان کرونیکل'': تحقیق و تالیف عقیل عباس جعفری۔ طابع فضل سنز F-42 حب ریور روڈ سائٹ کراچی، اشاعت اول 2010ء)

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ہو موت کا جو سامنا، ڈرتے نہیں شہید
مر کر بھی کیا کمال ہے، مرتے نہیں شہید

******

بیادِ اہلِ وفا

نہ ذکرِ دوریٔ منزل، نہ فکرِ جادہ کریں
یہ راہِ عشق ہے، طے اس کو پاپیادہ کریں
بفیضِ ساقیٔ کوثر مئے طہور پئیں
نہ شیخ شہر سے اُلجھیں، نہ ترکِ بادہ کریں
سفر طویل ہے، اہلِ سفر نہ گھبرائیں
نظر بلند، قدم تیز، دل کشادہ کریں
یہ درس جس نے دیا تھا 'شہید زندہ ہیں'
اسی مدرّسِ اعلیٰ سے استفادہ کریں
سلام بھیجا ہے کشمیر کے اسیروں نے
قدم بڑھائیں، توقّف نہ اب زیادہ کریں
نہ ہاتھ اٹھانے کی جرأت ہو پھر کبھی اس کو
کچھ اس ارادے سے دشمن کو بے ارادہ کریں
بیادِ اہلِ وفائے چونڈہ و لاہور
قدم قدم پہ لڑیں، رقصِ جادہ کریں

چودھری محمد علی مضطرؔ

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

عبدالہادی قریشی۔سیرالیون

سیرالیون کے پورٹ لوکو ریجن میں مسجد کا افتتاح

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ یکم فروری 2020ء کو احمدیہ مسلم جماعت سیرالیون کو پورٹ لوکو ریجن کی جماعت Falaba Road of Looking Town کو ایک نئی مسجد کے افتتاح کی توفیق ملی۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد مورخہ 20۔اپریل 2019ء کو مکرم سفیر احمد ریجنل مبلغ پورٹ لوکو ریجن نے رکھا اور اس کی تعمیر کی مکمل نگرانی کی توفیق بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔

اس مسجد کا کل احاطہ 2ٹاؤن لاٹ ہے اور مسجد کا مسقف احاطہ 50x55 فٹ ہے اور اس میں 250نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اس مسجد کی تعمیر پر کل 70 ملین لیونز خرچ ہوئے۔

افتتاح کی تقریب کا باقاعدہ آغاز مکرم مولانا سعیدالرحمٰن، امیر و مشنری انچارج کی صدارت میں دن 3بجے تلاوت قرآن کریم و ترجمہ سے ہوا، جس کے بعد مولوی نورالدین سیسے نے مہمانوں کا تعارف کروایا۔ مکرم امیر صاحب کے ساتھ اس تقریب میں مکرم حنیف محموداور مکرم محمد شریف عودہ ، امیر جماعت فلسطین بھی موجود تھے۔ مقامی مہمانوں میں ابو بکر کمارا، میئر آف پورٹ لوکو ٹاؤن، آنریبل الفا کانو، بائی ایم طورے پروانشل سیکرٹری، 26سپرنٹنڈنٹ پولیس پورٹ لوکو شہر، غیر از جماعت امام، 6چیف امام، اور کثیر تعداد میں غیر ازجماعت احباب اورقریباً50جماعتوں سے آئے ہوئے احمدی خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ اس بابرکت تقریب کی کل حاضری 649رہی۔ کثیر تعداد میں حاضری کے پیش نظر مسجد کے قریب ایک سکول کے ہال میں پروگرام کا انتظام کیا گیا۔

مکرم حنیف محمود اور مکرم محمد شریف عودہ نے حاضرین سے خطاب فرمایا جس کے بعد بعض معزز مہمانوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

پروگرام کے بعد مکرم حنیف محمود نے فیتہ کاٹ کر

باقاعدہ مسجد کا افتتاح کیا اور دعا کروائی۔ جس کے بعد اسی مسجد میں نماز ظہر و عصر باجماعت ادا کی گئیں۔ پروگرام کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو نمازیوں سے آباد رکھے اور اسلام کی پُر امن تعلیم کے پھیلانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

****

تربیتی ریفریشر کورس و جلسہ ہائے یوم مصلح موعود مجلس انصار اللہ سیرالیون

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 21تا 23فروری 2020ء کو قیادت تربیت مجلس انصاراللہ سیرالیون کے تحت تمام ریجنز میں تین روزہ تربیتی ریفریشر کورس کا انعقاد کیا گیا۔ اس ریفریشر کورس کا مقصد ریجنل مجالس عاملہ کو ان کے کاموں میں فعّال کرنا اور تربیتی اُمور کی طرف توجہ دلانا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں نیشنل عاملہ کے ممبران اور دیگر انصار پر مشتمل وفود نے ملک بھر کے 15 ریجنز کا دورہ کیا اور ریجنل عاملہ کے ممبران کا ریفریشر کورس ہوا۔

ان ریفریشر کورسز میں دستور اساسی کے بیشتر قواعد پر بات ہوئی، بعض بنیادی شعبہ جات کا تعارف کروایا گیااور تیاری و ترسیل ماہانہ رپورٹ کارگزاری بھی سمجھائی گئی۔ اس کے ساتھ قیام صلوٰۃ، تلاوت وتعلیم القرآن اور خطبات امام سننے کی اہمیت پر تقاریر ہوئیں۔ان ریفریشر کورسز کی کل حاضری 176 رہی۔

اس کے علاوہ ان ریجنز میں جلسہ ہائے یوم مصلح موعودؓ بھی منعقد کروائے گئے۔کل 147مجالس میں جلسہ جات کا انعقاد ہوا اور کل حاضری 1774رہی۔

(KONOریجن میں ریفریشر کورس)

سیرالیون کا پرچم

****

7 مارچ 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		5:22	18:27
مدینہ منورہ		5:23	18:27
قادیان	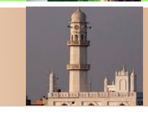	5:27	18:30
ربوہ	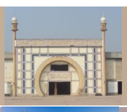	5:07	18:10
اسلام آباد ٹلفورڈ	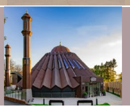	4:43	17:54